مالک رام

مشرق کی الہامی کتابیں

[مالک رام برصغیر پاک و ہند کے معروف اہلِ علم ہیں جو اُردو ادب اور مذہب سے ''مضبوط پیمانِ وفا'' رکھتے تھے۔ جہاں اُنہوں نے بڑی محنت سے غالب کے خطوط اور دیوان مرتب کیا، وہاں اُنہوں نے ابوالکلام آزاد کی کلاسیکی تحریروں: تذکرہ اور غبارِ خاطر کو بھی بڑے اہتمام سے شائع کیا اور تحقیق و تدوین کا حق ادا کر دیا۔ مالک رام صحیح معنی میں اہلِ علم تھے۔ بے شبہ وہ ایک نوبل (Noble) انسان تھے۔ قاہرہ میں اُن سے تعارف ہوا اور ان سے ایسا قلبی تعلق پیدا ہوا جو ان کے دمِ واپسیں تک جاری رہا۔ ۱۹۸۴ء میں دہلی میں بھی اُن سے خوب خوب ملاقاتیں رہیں۔] [ایڈیٹر]

خداوند تعالیٰ کی مخلوق کی کوئی انتہا نہیں۔ انسانی آبادی کرۂ ارض کے کسی خاص حصہ تک محدود نہیں اور اس بیسویں صدی میں تو علم وفن کی ترقی نے کرۂ ارض کے علاوہ دوسرے سیاروں میں بھی آبادی کی موجودگی کا دعویٰ کرنے والے پیش کر دیے ہیں۔ پھر یہ کچھ عقل کو لگتی بات معلوم نہیں ہوتی کہ خدا نے رہنمائی کے لیے کسی ایک قوم یا ملک کو ہی چن لیا ہو اور دوسروں کو نظرانداز کر دیا اور جہالت کی گمراہی میں چھوڑ دیا ہو۔ قرآن کا بھی دعویٰ ہے کہ ''دُنیا میں کوئی قوم بھی ایسی نہیں جس میں (بدیوں سے) ڈرانے والا نہ ہوا ہو'' (۳۵ = ۳۵) اور ''بلاشبہ ہم نے دُنیا کی ہر قوم میں ایک رسول مبعوث کیا کہ اللہ کی عبادت کرو اور گمراہی سے اجتناب کرو۔'' (۱۶ = ۳۸) لیکن کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ آج جتنے مشہور مذاہب دُنیا میں موجود ہیں، ان

سب کے بانیانِ کرام نے مشرقی ممالک میں جنم لیا اور مدت العمر کی تبلیغ کے بعد یہاں ہی واصل بحق ہوئے۔

ان سب مذہبوں کے پیرو اپنے بانی کی تعلیمات کو ایک کتابی صورت میں پیش کرتے ہیں جو الہام کی صورت میں اس پر نازل ہوئی۔ ان کتابوں میں سے چند ایک مشہور کتابوں کا مختصر تذکرہ اس مضمون میں کیا جاتا ہے۔

''اوّل خویش'' کے اصول پر عمل کر کے ہم سب سے پہلے ہندوستان سے شروع کرتے ہیں۔

وید

ملہمین: اگنی - وایو - آدتیہ - انگرہ

وید چار کتابوں کا نام ہے۔ رگ، یجر، سام اور اتھرو۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ وید صرف پہلی تین کتابوں پر مشتمل ہے اور اتھرو اس میں شامل نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ سب کتابیں ایک ساتھ نازل نہیں ہوئیں۔ بلکہ ان کے نزول میں بہت زمانہ کا وقفہ ہے اور اتھرو بہت بعد کی چیز ہے۔

یہ اعتراض غلطی پر مبنی ہے۔ جن جگہوں پر تین ویدوں کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد یہ تین کتابیں نہیں بلکہ اصولی طور پر رگ، یجر اور سام ہے۔ وید منتر تین قسم کے ہیں۔ اول رچائیں۔ یہ وہ منتر ہیں جن میں خداوند تعالیٰ کی پرستش اور عبادت کے جذبات کا اظہار ہے اور مختلف پیرایوں میں اس کی استتی کی گئی ہے۔ دوم یجو۔ یہ وہ منتر ہیں جنہیں ہون اور یگیہ وغیرہ کے وقت پڑھا جاتا ہے۔ سوم سام۔ یہ وہ گیت ہیں جو مختلف اوقات پر گائے جاتے ہیں۔ رگ وید میں رچاؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ یجر وید میں یجو منتروں کی اور سام وید میں گانوں کی۔ اتھرو وید میں یہ تینوں چیزیں موجود ہیں۔ لہٰذا جہاں کہیں تین ویدوں کا ذکر ہے، اس سے مراد یہی منتروں کی تین قسمیں ہیں نہ کہ کتب۔

رگ، یجر اور سام ان تین کے متعلق تو مخالفین کو بھی شبہ نہیں۔ جھگڑا صرف اتھرو کے باب میں ہے کہ یہ بہت بعد میں تصنیف ہوا۔ مگر یہ قلتِ مطالعہ و تدبر کا نتیجہ ہے۔ رگ وید سب سے اوّل نازل شدہ مانا جاتا ہے۔ چنانچہ مشہور جرمن مستشرق اور محقق پروفیسر میکس مولر لکھتا ہے کہ رگ وید دُنیا کے کتب خانہ میں سب سے پرانی کتاب ہے۔ مگر اسی رگ وید میں چودہ جگہوں پر اتھرو وید کا ذکر ہے۔ اتھرو وید کے اور بھی کئی نام ہیں۔ جن سے اس کا ذکر ویدوں میں آیا ہے۔ غرضیکہ وید چار اور ایک زمانہ کے منزل ہیں۔

وید کے ملہمین چار ہیں۔ ان کے نام اگنی۔ وایو۔ آدتیہ اور انگرہ ہیں۔ یہ آریہ سماج اور دوسرے ہندوؤں کی ایک عظیم اکثریت کا عقیدہ ہے۔ ایک طبقہ اسے برہما جی پر الہام شدہ مانتا ہے۔ لیکن یہ خیال بھی غلط معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ رگ وید (۱۰:۷۱:۳) میں صریح لکھا ہے:

''اے لوگو! یگیہ کے ذریعے اس کلام کی اشاعت کرو۔ جس کا نزول رشیوں کے دل میں ہوا۔'' اس منتر میں لفظ رشی واحد نہیں بلکہ یہ صیغہ جمع ہے۔ عربی کی طرح سنسکرت میں بھی واحد، تثنیہ اور جمع کے تین علیحدہ علیحدہ صیغے ہیں۔ یہاں صیغہ جمع کی موجودگی سے لازم ہے کہ ملہمین کی تعداد دو سے زیادہ ہو۔ اتھرو وید میں ہے ''جس خدا سے بدوِ آفرینش میں پیدا شدہ رشی، رگ، یجر، سام اور اتھرو حاصل کرتے ہیں۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رشیوں کی تعداد چار ہے۔ شتھ پتھ برہمن (۱۱:۵:۲:۳) میں ان چاروں کے نام دیے ہیں۔ منوسمرتی میں بھی ایسا ہی ہے۔

خلاصۂ تعلیم:[۱]

ویدوں میں بیسیوں موضوعات کے متعلق ہدایات درج ہیں۔ ہم یہاں صرف ان احکام کا مختصر سا بیان کرتے ہیں جو کسی نہ کسی صورت میں مذہب سے متعلق ہیں۔ ہماری یہ دُنیا پہلی دُنیا نہیں بلکہ یہ تخلیق کا چکر ہمیشہ سے چل رہا ہے اور یونہی جاری رہے گا۔ ہر چار ارب سال کے بعد قیامت آتی ہے اور یہ سب سلسلۂ موجودات فنا ہو کر پھر اپنی ابتدائی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ حالت بھی چار ارب سال رہتی ہے اور بدستور سابق پھر از سرِ نو پیدائش کا سلسلہ

شروع ہوتا ہے۔ وقس علی ہذا۔

اشیا اس ترتیب سے پیدا ہوتی ہیں۔ فضا، ہوا، آگ، پانی، زمین، نباتات، مادۂ منویہ اور اس کے بعد جوان مرد اور جوان عورتیں جن سے نوعِ انسانی چلتی ہے۔ ان انسانوں کی ہدایت، رہنمائی اور تعلیم کے لیے کسی بیرونی ہستی کی ضرورت ہے اور وہ خدا ہے۔ چنانچہ اس مقصد سے خدا یہی چار وید بار بار بدوِ آفرینش میں نازل کرتا ہے۔ ہر نئی تخلیق کے موقعہ پر انسانوں کی پیدائش ان اعمال کے مطابق ہوتی ہے جو وہ قیامت کے قبل کر چکے تھے۔

وید میں خداوند تعالیٰ کی ہستی کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کی چند ایک صفات مندرجہ ذیل رگ وید کے مختلف مقامات پر درج ہیں۔ واحد لاشریک، قادرِ مطلق، مالک کل، عالمِ کل، خالق، اجر، امر، حاضر و ناظر، عادل، قیوم، قدوس، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، معبود، باپ، ماں، بے شمار ناموں والا، وغیرہ وغیرہ۔

ویدک دھرم میں خدا، روح اور مادہ تینوں چیزیں ازل سے موجود ہیں۔ مادہ تو اپنے جمود اور بے حس ہونے کی وجہ سے کسی قابل ہی نہیں۔ مگر روح بھی محدود علم، محدود قدرت اور محدود مکانی کے سبب سے خداوند تعالیٰ کے تصرف میں ہے۔ خداوند تعالیٰ اس تصرف کی وجہ سے ہی ان دونوں چیزوں کے اتصال سے جاندار اشیاء کی تخلیق کرتا ہے اور جسمانی موت کے بعد روح کو اس کے اچھے برے اعمال کی جزا و سزا دیتا ہے۔ یہ جزا و سزا روح کو مختلف قالبوں میں بار بار جنم لینے سے دی جاتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ ایک انسانی روح اس بار موت کے بعد اگلے جنم میں کسی حیوان یا نباتات کی کسی نوع کی شکل میں پیدا ہو جائے۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے تاآنکہ روح کے اعمال اس قابل ہو جائیں کہ اسے مزید اس دُنیا میں بھیجنے کی ضرورت نہ رہے اور وہ نجات کی مستحق ہو جائے۔

یہ دُنیا دراصل روح کو نجات کا سامان بہم پہنچانے کے لیے ہی بنائی گئی ہے۔ نجات کے لیے پہلی ضروری چیز جہل کا اعدام ہے۔ اس کے بعد یوگ ابھیاس اور عبادت الٰہی ہے جس سے تزکیۂ نفس اور اعمالِ صالح ملتے ہیں۔ جب انسان کو علم و معرفت حاصل ہو جاتا ہے تو وہ خود

بخود اس دنیا کے جھنجھٹوں سے آزادی کا خواستگار ہوتا ہے۔ اس حالت میں وہ قدرتاً اپنی توجہ خدائے کریم کے ساتھ لگائے گا اور سئیات سے مجتنب رہے گا جس کے انعام میں اسے نجات ملے گی۔ نجات کی حالت میں روح کو کوئی فکر وغم نہیں ہوتا۔ مسرت تام ہوتی ہے اور ہر طرف نور ہی نور دکھائی دیتا ہے۔

نجات یافتہ روحیں پھر اس دُنیا میں جنم لیتی ہیں (رگ ۱-۲-۱-۲) وہ پرانت کال یعنی مہاکلپ کے بعد آتی ہیں (منڈوک اُپ نشد ۳-۲-۶) ایک مہاکلپ میں چھتیس ہزار بار پیدائش اور قیامت ہوتی ہے (منوسمرتی اِدھیائے اول)

انسانی جماعت چار حصوں (ورنوں) میں منقسم ہے۔ اوّل وہ لوگ جو طبقۂ علما سے تعلق رکھتے ہیں یعنی برہمن۔ ان کا کام لوگوں کی درس و تدریس اور مذہبی امور و تقاریب پر اُن کی رہنمائی کرنا ہے۔ دوسرا طبقہ حکمرانوں یعنی کشتری لوگوں کا ہے۔ علمِ دینی حاصل کرنا ان پر بھی فرض ہے مگر ان کا فرض اولین امن قائم رکھنا، اندرونی اور بیرونی خرابیوں اور حملوں کا تدارک اور باقی تینوں جماعتوں کی حفاظت اور کفالت ہے۔ تیسرا طبقہ پیشہ وروں، کاشتکاروں، تاجروں اور صناعوں کا ہے، انہیں ویش کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ سوسائٹی کے لیے دولت پیدا کرتے ہیں، ہل جوتتے ہیں اور قوتِ لایموت مہیا کرتے ہیں۔ ٹیکس اور محصول ادا کر کے حکمرانوں کو اخراجات کے لیے خزانہ جمع کر کے دیتے ہیں۔ چوتھا اور آخری طبقہ یعنی شودر مزدوروں اور ادنےٰ ملازموں کا ہے۔ ان کے حقوق کم اور فرائض معمولی ہیں۔ وہ مندرجہ بالا تینوں جماعتوں کی خدمت بجالا کر اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

یہ جماعتی تقسیم موروثی نہیں بلکہ صلاحیتِ دماغ، رجحانِ طبع اور انتخابِ نصب العین پر منحصر ہے۔ ایک عالم کا لڑکا ان وجوہات سے پیشہ ور اور پیشہ ور کا لڑکا حکمران اور حکمران کا لڑکا مزدور ہوسکتا ہے۔ پہلی تین جماعتوں کو دوج اور آخری کو شودر کہتے ہیں۔

انسانی جماعت کی طرح انسانی زندگی بھی چار شعبوں میں منقسم ہے۔ برہمچریہ (زمانۂ تعلیم و تجرد) اس مدت میں انسان تعلیم حاصل کرتا اور اپنے آپ کو کشمکشِ حیات کے لیے تیار

کرتا ہے۔ زمانۂ تعلیم کے اختتام پر وہ شادی کرتا ہے اور گرہست (تاہل و خانہ داری) کی زندگی شروع کرتا ہے۔ اس مدت میں وہ اپنے طبقہ کے مطابق عمل کر کے اپنے اور اپنے اہلِ خانہ کے لیے روزی کماتا ہے۔ دنیوی کاروبار میں حصہ لیتا اور اپنے آپ کو سوسائٹی کا عضوِ مفید ثابت کرتا ہے۔ تیسرا شعبہ آبادی سے دور بان پرستھ یعنی ریاضتی زندگی کا ہے۔ اس زمانہ میں وہ علائق سے قطع تعلق کر کے باہر جنگلوں میں چلا جاتا ہے۔ اگر چاہے تو بیوی بھی اس کے ساتھ جا سکتی ہے۔ وہاں وقت عبادت اور مراقبے میں گذرتا ہے۔ اس کے اختتام پر رہبانیت (یعنی سنیاس) کا دور شروع ہوتا ہے۔ اب ساری دُنیا اس کا گھر اور ساری مخلوق اس کا قبیلہ ہے۔ وہ جا بجا پھر کر وعظ و تلقین سے لوگوں کو مذہبی تعلیم دیتا ہے اور راہبانہ زندگی بسر کرتا ہے۔

شادی کا رشتہ زندگی بھر ٹوٹ نہیں سکتا۔ طلاق منع ہے۔ ایک خاوند کے لیے ایک بیوی کا نصب العین ہے۔ دوجوں میں شادیٔ بیوگان منع ہے۔ اس کی جگہ نیوگ کی تعلیم ہے۔ شودر بیوگان کی شادی کر سکتے ہیں۔ شادی کے وقت مرد کی عمر کم از کم ۲۴ اور عورت کی ۱۶ سال ہونی چاہیے۔

عورت کی سوسائٹی میں بہت عزت ہے۔ اسے گھر کی ملکہ کا رتبہ حاصل ہے۔ مذہبی حیثیت سے اس کا درجہ بلند ہے۔ یگیہ کے وقت اس کا مرد کے دائیں ہاتھ بیٹھ کر مذہبی رسوم اور وید منتروں کی تلاوت میں حصہ لینا ضروری ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ تعلیم یافتہ ہونی چاہیے۔

عورت کو والدین کے گھر سے جو کچھ شادی کے موقعہ پر بطور جہیز ملے، اس سے زیادہ کا والدین کی جائیداد پر اس کا حق نہیں اور وراثت میں بھی اس کا حصہ نہیں۔

شریمد بھگوت گیتا

ملہم: سری کرشن چندر جی

سوانح حیات:

سری کرشن چندر جی خداوند تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں میں سے تھے، جنہیں

بادشاہت اور نبوت دونوں ملی تھیں۔ وہ دوارکا کے راجہ تھے۔ اس سے پہلے ان کا ماموں راجہ کنس حکمران تھا۔ اس کی قساوت قلبی کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کسی نجومی نے جب یہ کہا کہ راجہ کنس کی موت اس کی ہمشیرہ دیوکی جی کے بطن سے پیدا شدہ بچہ کے ہاتھوں ہوگی۔ تو کنس نے حکم دیا کہ دیوکی جی کے جو اولاد ہو، اسے پیدا ہوتے ہی موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے۔ چنانچہ روایت ہے کہ یکے بعد دیگرے سات بچے لقمۂ اجل ہوئے۔ دیوکی جی اور اُن کے خاوند شری واسدیو جی کو زنداں میں ڈال دیا گیا اور وہاں ہی ایک اندھیری رات میں جبکہ گھنگھور گھٹا تُلی کھڑی تھی اور دریائے جمنا میں طوفان آیا ہوا تھا، سری کرشن جی عالمِ شہود میں آئے۔ شری واسدیو جی اُن کے والدِ بزرگوار نے انہیں پہرہ داروں کی نظر بچا کر دریا پار اپنے ایک زمیندار دوست بابا نند جی کے ہاں پہنچا دیا۔ اور بابا نند جی کی نومولود صاحبزادی کو وہاں سے لا کر دیوکی جی کی گود میں ڈال دیا۔ کنس کو جب اگلی صبح خبر ملی تو اس نے حسبِ معمول اس معصوم لڑکی کو قتل کر دیا۔ مگر مشیتِ ایزدی کے راستہ میں کون رکاوٹ ڈال سکتا ہے۔ سری کرشن جی بابا نند کے ہاں پرورش پانے لگے۔ اور گو اُن کے بچپن کے متداول افسانوں میں سے اکثر غلط اور مبالغہ آمیز ہیں جو ان کے خوش اعتقاد پیروؤں کے اصنام پرست دماغ کی پیداوار ہیں تاہم اس امر سے انکار ناممکن ہے کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ سری کرشن جی صغر سنی ہی سے اپنے ہمجولیوں کے سردار، بزرگوں کی آنکھ کا تارا اور غیر معمولی طور پر جری اور ذہین و طباع تھے۔ آخر وہ دن آیا جب ظلم کا پیالہ چھلک گیا اور خداوند قہار نے اپنے آپ کو بہ شکلِ انسان نمایاں کیا۔ کنس برسرِ دربار سری کرشن جی کے ہاتھوں اپنے کیفرِ کردار کو پہنچا اور یوں دُنیا اس کے دستِ استبداد سے رہا ہوئی۔

سری کرشن جی اپنے زمانہ کے فاضل ترین اور باجبروت وشوکت راجہ تھے۔ یگانے تو یگانے، بیگانے تک اُن کے علم و فضل اور جاہ و جلال کا لوہا مانتے تھے۔ مذہبی مجالس میں انہیں صدارت ملتی تھی۔ حالانکہ بارہا حاضرین میں ان سے زیادہ کبر سن اور سرد و گرم زمانہ چشیدہ لوگ موجود ہوتے تھے۔ اپنی عمر میں اُنہوں نے زندگی کے تقریباً ہر ایک شعبہ میں نمایاں کامیابی

حاصل کی اور بزم ورزم میں اپنی دور بینی، موقعہ شناسی اور اولوالعزمی کا سکہ بٹھا دیا۔

ان کے تعلقات ہستناپور کے حکمران خاندان سے بھی تھے۔ کورو پانڈو کی جس مشہور جنگ کی تفصیل ہندوستان کی شہرۂ آفاق رزمیہ مثنوی مہابھارت میں بیان کی گئی ہے، وہ تختِ ہستناپور کے ہی دو مخالف دعویداروں کے مابین ہوئی تھی۔ سری کرشن جی پانڈووں کے رشتہ دار اور کوروؤں کے دوست اور ممدوح تھے۔ اس لیے اُنھوں نے بارہا کوشش کی کہ کسی طرح باہمی اختلافات کا فیصلہ خوش اسلوبی سے ہو جائے اور لڑائی کی نوبت نہ آئے۔ مگر ہونی ٹل نہیں سکتی۔ آخر کورو کشیتر کے خونی میدان میں فریقین کی فوجوں نے پرے جمائے۔ اس جنگ میں سری کرشن چندر جی نے پانڈوؤں کی حمایت کی اور بنفسِ نفیس ارجن کی رتھبانی کے فرائض انجام دیئے۔

جنگ کی پہلی صبح کو جب فوجیں آمنے سامنے پرا جمائے کھڑی تھیں، ارجن نے ہتھیار پھینکدیئے اور کہا: مہاراج! میں اس چند روزہ زیست کے لیے اپنے ان قریبی رشتہ داروں، بزرگوں، عزیزوں اور دوستوں کے خون میں ہاتھ رنگنے کے لیے تیار نہیں۔ سری کرشن چندر جی نے انہیں اس موقع پر جو تلقین کی وہ بھگوت گیتا میں درج ہے۔ اور کتاب مہابھارت کا ہی ایک حصہ ہے۔

خلاصۂ تعلیم:

گیتا میں کوئی نئی شریعت پیش نہیں کی گئی۔ سری کرشن چندر جی نے ساری عمر ویدوں کی شریعت کے ماتحت گزاری اور اسی کی تبلیغ بھی کرتے رہے۔ گیتا دراصل ایک طرح پر فلسفہ مذہب کا بیان ہے۔ وہو ہذا۔

انسانی زندگی کا منتہائے مقصود عرفان اور نجات ہے۔ سری کرشن جی کی تعلیم کے مطابق منزلِ عرفاں تک پہنچنے سے پہلے کرم یوگ اور بھگتی کی منزلیں طے کرنا پڑتی ہیں۔ چنانچہ بھگوت گیتا کے اٹھارہ ابواب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے چھ میں کرم (عمل) اور یوگ (ریاضت) کی تعلیم دی گئی ہے۔ دوسرے چھ میں بھگتی (سلوک) کی اور آخری چھ میں

گیان یعنی معرفت کی۔

گیتا کے مطابق انسانی روح کبھی نہیں مرتی۔ یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ معرفت نفس اور عرفان الٰہی کے حصول کے لیے سب سے اوّل عمل ضروری ہے۔ لیکن عمل کے لیے علائقِ دنیوی ناگزیر ہیں۔ اور اعمال نیک بھی ہوں گے اور بد بھی۔ مسئلہ آواگون کی بنیاد اعمال پر ہی ہے۔ اس طرح گویا کسی شخص کا آواگون کے چکر میں سے نکل کر منزلِ مقصود تک پہنچنا محال نظر آتا ہے۔ سری کرشن جی فرماتے ہیں کہ اگر انسان اپنی توجہ صرف سعی تک محدود رکھے اور اس کے نتائج کو کارسازِ حقیقی پر چھوڑ دے یعنی ان نتائج کے حسبِ خواہش یا خلافِ مدعا ہونے پر مسرور وملول ہونا ترک کر دے تو ایسے اعمال بجائے سنگ راہ ہونے کے حصول مقصد میں ممد ومعاون بن جاتے ہیں۔ فرض کو جلب منفعت کی آرزو یا تحسین خلائق کی ہوس سے بالاتر ہو کر محض فرض سمجھ کر نبھانا چاہئے۔

عمل کے بعد ریاضت کا مقام ہے۔ جس سے تزکیۂ نفس اور اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے اور انسان نورِ عرفان کو جذب کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ گیتا میں جس سلوک کی تعلیم پیش کی گئی ہے، اس کا مرکزی خیال ''ہمہ اوست'' ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسان کا ہر ایک فعل جزوِ عبادت بن جاتا ہے۔

جب انسان اس مرحلہ پر پہنچ جاتا ہے تو منزلِ مقصود سامنے آ جاتی ہے۔ اس پر حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے اور عرفان کی لذت محسوس ہونے لگتی ہے۔ یہ دُنیا اور اس کی ساری کیفیتیں اسے ذاتِ خداوندی کے نور کی مختلف اشکال اور یہ سلسلۂ آفرینش لامتناہی اور ازلی و ابدی دکھائی دینے لگتا ہے۔ یہی وحدت وجودی کی تعلیم ہے جو ان آخری چھ ابواب میں شرح و بسط سے بیان کی گئی ہے۔ جب انسان اس درجہ کو حاصل کر لیتا ہے تو وہ عمل کرتا ہوا بھی اس کے نتائج سے بری الذمہ ہو کر نجات کا حقدار بن جاتا ہے۔

تری پتا کا

ملہم: مہاتما بدھ

سوانحِ حیات:

حضرت مسیح سے چھ صدی قبل کا ہندوستان مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک چھوٹی سی ریاست ہمالیہ کی ترائی اور نیپال کے جنوب میں ساکیا قوم کی تھی۔ کپل وستو اس کی راجدھانی تھی۔ راجہ سدھودن حکمران تھا۔ مہاتما بدھ اسی خوش نصیب باپ کے فرزندِ ارجمند تھے۔ پیدائش پر ہی پیشگوئی کی گئی تھی کہ یہ نومولود شہنشاہِ ہفت اقلیم ہوگا۔ مگر کسے معلوم تھا کہ یہ تصرفِ جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہوگا۔ مختلف اوقات میں لوگوں کو دُکھ اور درد میں مبتلا دیکھ کر ناز پروردہ نوجوان شہزادے کے دل پر چوٹ لگی اور آخر ۲۹/ برس کی عمر اور عین شباب میں ایک رات یہ برگزیدۂ الٰہی اپنی حسین و مہ جبین بیوی اور معصوم فرزند کو سوتا چھوڑ کر رات کی تاریکی میں گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ چھ سال کی ریاضتِ شاقہ اور عبادت کے بعد ایک دن جب گیا میں ایک درخت کے نیچے مراقبہ میں بیٹھے تھے کہ نورِ الٰہی نے دل کی گہرائیوں کو روشن کر دیا۔ تمام حجابات دور ہو گئے اور حقیقت کا علم ہو گیا۔ اس دن سے اُنہوں نے اپنا پیدائشی نام سدھارتھ تبدیل کر کے بدھ رکھ لیا اور اسی سے آج بھی مشہور ہیں۔

سب سے پہلے قدامت پسندی کے گڑھ بنارس میں جا کر نبوت کا اعلان کیا اور لوگوں کو راہِ حق کی طرف بلایا۔ برہمنوں کی تنگ نظری اور حد بندیوں نے لوگوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ مذہب کے ٹھیکہ داروں نے عوام کے لیے مذہب کو دلکش اور سکونِ قلب کا سامان بننے کی جگہ قابلِ نفرت اور مصیبت کا گھر بنا رکھا تھا۔ جب بدھ کی آواز آئی کہ ہر انسان رحمتِ خداوندی کا حقدار اور اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے، کسی کو دوسرے پر پیدائش سے کوئی تفوق حاصل نہیں تو لوگ اس کی طرف اُمنڈ آئے اور یہ مذہب تھوڑے ہی دنوں میں جنگل کی آگ کی

طرح پھیل گیا۔ برہمنوں کا ظلم، معاشری پابندیاں، بدھ کا شاہی خاندان سے ہوکر راج پاٹ پر لات مار دینا اور جابجا پھر کر لوگوں کو وعظ و تلقین کرنا، اس کے منادوں کی سادگی اور اتقاء کی زندگی، ان سب چیزوں نے مل کر اس کے دین کو مرجع عوام وخواص بنا دیا۔

مہاتما بدھ ۸۰ برس کی عمر میں راج گیر کے مقام پر ۴۸۲ (ق۔م) میں اپنے مبداءِ حقیقی سے جا ملے۔

خلاصۂ تعلیم:

جس طرح سری کرشن جی نے گیتا میں کوئی نئی شریعت پیش نہیں کی، اسی طرح مہاتما بدھ نے بھی لوگوں کو کوئی نئی شریعت نہیں دی بلکہ بعض باتوں کو چھوڑ کر انہیں چیزوں کو تسلیم کیا جو ویدک دھرم کا طرۂ امتیاز ہیں۔

مہاتما بدھ کی تعلیم کا مجموعہ تری پتا کا میں محفوظ ہے۔ یہ کتابیں اپنی موجودہ حالت میں ان کی حیات میں نہیں آئیں۔ بلکہ جب ان کی جماعت میں تشتت شروع ہوا تو لوگوں نے اپنے حافظوں سے انہیں سپردِ قلم کیا۔ سوائے ایک کتاب کے جس کا نام تھیراوادن (مذہب اسلاف) ہے، باقی سب تیسری صدی قبل مسیح کے بعد کی مرتب کردہ ہیں۔

تری پتا کا تین کتابوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے پہلی ونایاپتا کا ہے۔ اس میں وہ اصول وقواعد ہیں جو بدھ مت کے مقلدوں کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ ان کی تعداد ۲۲۷ ہے ان میں سے چار نہایت ضروری امور جن سے منع کیا گیا ہے اور جن کی خلاف ورزی اخراج از جماعت پر منتج ہوتی ہے۔ (۱) زنا (۲) چوری (۳) قتل کرنا یا کسی کو خودکشی کی ترغیب دینا اور (۴) غیر معمولی اور مافوق الفطرت طاقتوں کے متعلق غلط دعوے۔ اس کے علاوہ مختلف جماعتوں کی تنظیم کے قواعد ہیں۔

(۲) سوتر پتا کا: اس میں چار مجموعے نکایا یعنی خطبات کے ہیں۔ پہلے چار خطبے بہت پرانے اور بدھ مت کے سب فرقوں کے نزدیک مسلمہ ہیں۔ اس مجموعہ میں بدھ کے اپنے خطبات کے ساتھ اُن کے مشہور شاگردوں کی منظومات، روایات، مکالمے اور محاکے بھی درج

ہیں۔

(۳) ابھی دھرم پتا کا: اس پتا کا میں مسائلِ مہمہ کا بیان ہے۔ یہ سات کتابیں ہیں، جن میں نفسیاتی اور اخلاقی مسائل پر مذہبی پہلو سے نظر ڈالی گئی ہے۔

اوپر کے مختصر بیان سے دو باتیں ظاہر ہوگئی ہوں گی۔ اوّل تو یہ کہ ہم تک جو کتابیں پہنچی ہیں، وہ اپنی ابتدائی شکل میں نہیں بلکہ یوں کہنا درست ہوگا کہ ابتدائی زبان میں بھی صرف ایک کتاب تھیراوادن ہے۔ باقی سب کتابیں ان ترجموں سے مرتب کی گئی ہیں جو چینی، تبّتی، نیپالی اور سنسکرت زبانوں میں اس مذہب کے پیروؤں نے سنہ عیسوی کی ابتدائی صدیوں میں کیے۔ دوسرے یہ کہ ان کتابوں میں الہامات اور خود مہاتما بدھ کے بیانات واقوال خلط ملط ہیں یا یوں سمجھئے کہ وحی اور حدیث و روایت مل گئے ہیں۔ اس حالت میں یہ معلوم کرنا کہ ابتدا میں کسی مسئلہ کی صورت کیا تھی اور اس ترجمہ در ترجمہ اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں کیا ردّ و بدل ہوئے، سخت مشکل ہے۔ بہرحال ان کتب سے اس مذہب کے عقائد کا تھوڑا سا بیان درج ذیل ہے۔

خلاصۂ تعلیم:

مہاتما بدھ کا وہ خطبہ جو اُنہوں نے سب سے پہلے بنارس کے مقام پر پڑھا ''دھرم چکر پر یورتن سوتر'' میں محفوظ ہے۔ اس میں اُنہوں نے فرمایا کہ وہ زندگی جس کا مقصد حیوانی لذائذ کے حصول کے سوا اور کچھ نہیں اور وہ عبادت جس کا ضروری جزو جسم کو اذیت دینا ہو، دونوں یکساں طور پر افراط و تفریط کے راستے اور بے سود ہیں۔ نجات (نروان) کا رستہ ان دونوں کے درمیان ہے جس میں مندرجہ ذیل چار صداقتوں کا علم ہوتا ہے۔

پہلی صداقت تو یہ ہے کہ دُنیا میں دُکھ موجود ہے۔ دوسرے اس کے سبب کا علم ہے۔ یہ سبب ''خواہش'' ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان پیدائش اور موت کے چکر (تناسخ) میں سے گزرتا ہے۔ تیسری صداقت اس دُکھ کا اعدام ہے جس کے نتیجہ میں خواہشاتِ دنیوی ختم ہو جاتی ہیں اور علائق سے نجات مل جاتی ہے۔ جس شخص کو ان تین صداقتوں کا پتہ لگ جائے وہ ارہاٹ کا مرتبہ

حاصل کر لیتا ہے۔

چوتھی صداقت یہ ہے کہ ان مندرجہ بالا تین صداقتوں کی کُنہ تک پہنچنے کا طریقہ معلوم ہو۔ یہ طریقہ وہی بدھ مت کا مشہور ہشت گانہ لائحۂ عمل ہے۔ جس میں درست خیالات، درست خواہشات، درست گفتار، درست کردار، درست معاش، درست سعی، درست توجہ اور درست مراقبہ ہیں۔ یہ ایک بدھ مت کے پیرو کے لیے ساری عمر کا پروگرام ہے جو تدریجی طور پر اسے نجات کے نزدیک لے جاتا ہے۔ اس میں عملی، دماغی اور نفسیاتی ساری باتیں آ گئی ہیں۔

بدھ مت میں انفرادیتِ مستقلہ (آتما) کا انکار کیا گیا ہے۔ بلکہ اس نے تجزیہ کر کے انسان کے جسم، احساس، تفکر، دماغی استعدادات اور اثر پذیری پانچ چیزوں کا مجموعہ بنا دیا ہے۔ اس کی رو سے ان پانچ چیزوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔ انسان تو ایک طرف رہا، دیوتا لوگ بھی اپنے اعمال کے نتائج بھگتنے اور آواگوان کے پھندے میں پھنسے ہیں۔ اور یہ چکر اس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک خواہش کے اعدام کے ساتھ یہ اجزائے خمسہ علیحدہ علیحدہ نہیں ہو جاتے۔

کسی کو ایذا نہ دینا اور دشمن تک کو معاف کر دینا، یہ اس مذہب کے بنیادی اصول ہیں۔ برہمنوں کے خیال میں چند بار ہون اور یگیہ کر دینا اور برہمنوں کو دان دے دینا کافی ہے۔ بدھ مت میں ہون اور یگیہ سے زیادہ اخلاقی قوانین کی پابندی پر زور دیا گیا ہے۔ اخلاق کی بلندی یوگ، ابھیاس اور سمادھی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ ہشت گانہ پروگرام ایک طرح کی تعلیم ہے جس کے بعد بدھ مت کا سچا پیرو بننے کے لیے انسان کو خانہ داری کی زندگی ترک کر دینا لازمی ہے۔ بدھ مت میں داخلہ کے وقت اور اس کے بعد بھی ایک طرح کا اقبالی بیان (پتی موکش) ساری مجلس کے سامنے دینا پڑتا ہے جس میں اپنے سارے گناہوں کا گنانا، ان کے لیے ندامت کا اظہار اور آئندہ ان سے بچنے کا عہد شامل ہیں۔ یہ مجلس ہر پندرہ دن کے بعد منعقد ہوتی ہے جس میں بھکشو مرد اور عورتیں (کیونکہ بدھ نے عورتوں کو بھی مردوں کی طرح دُنیا سے قطع تعلق کر کے اپنے مذہب کا پیرو بن کر راہبانہ زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دی)

اقبال کرتی ہیں۔

پیروانِ بدھ کے لیے سال میں برسات کے تین مہینوں میں سفر منع ہے۔اس زمانہ میں انہیں کسی ایک مقام پر قیام کر کے لوگوں میں کتھا یا وعظ کے ذریعہ تبلیغ کرنا چاہیے۔

(اس سے ظاہر ہے کہ بدھ مت میں اعتقاد سے زیادہ اعمالِ محسوسہ پر زیادہ زور دیا گیا ہے، اندرونی صفائی کے لیے ریاضت اور بیرونی کے لیے اعمالِ حسنہ۔ان دونوں کے اجتماع سے نجات یعنی نروان حاصل ہوتا ہے۔)

تا۔تے۔کنگ (المنہاج)

ملہم: حضرت لا۔زو

سوانحِ حیات:

چین میں اس وقت تین مذہب پائے جاتے ہیں۔مذہب تاؤ، مذہب کنفیوشس اور بدھ مت۔حضرت لا۔زو، مذہبِ تاؤ کے بانی تھے اور حضرت کنفیوشس نے اپنا علیحدہ مذہب قائم کیا ہے۔لیکن حضرت کنفیوشس نہ تو نبی تھے اور نہ اُنھوں نے دعوئ نبوت کیا۔ان کے سامنے سیاسی اصلاح وتعمیر کا کام تھا۔اسی مقصد سے اُنہوں نے چین کے مختلف حصص کی پرانی تاریخ شائع کی جو یکجا نہ ہونے کی وجہ سے معدوم ہوتی جا رہی تھی۔ان کی اس کتاب ''بہار و خزاں'' میں بھی جس کی تصنیف بالکل ان سے منسوب ہے، سوائے سیاسی نظریات اور مسائل کے کسی اور موضوع پر بحث نہیں کی گئی۔البتہ اس میں شبہ نہیں کہ اُن کے سیاسی نصب العین اور اس کے حصول کے ذرائع کی بنیاد اخلاق اور مذہب پر رکھی گئی ہے۔بالکل ایسے ہی جیسے آج ہندوستان میں مہاتما گاندھی اپنے تمام کاموں کو اخلاقی اور مذہبی کسوٹی پر پرکھنے کے عادی ہیں۔اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ حضرت کنفیوشس نبی تھے اور اُنھوں نے لوگوں کو مذہبی تعلیم دی۔

حضرت لا۔زو ۶۰۴ ق۔م میں پیدا ہوئے۔ پیدائش پر ہی اُن کے سر کے سارے بال سفید تھے۔ اُن کا اصل نام اریعنی کان اور لقب لی تھا۔ مگر بالوں کی سفیدی کی وجہ سے وہ لا۔زو کے نام سے مشہور ہوئے، جس کا مطلب بوڑھا ہے۔ اُن کی جنم بھومی چو، تھی جو چین میں اسی نام کی ریاست کا دارالسلطنت تھا۔ ان کے حالات پردۂ خفا میں ہیں۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہ چو میں شاہی کتب خانہ کے مہتمم اور نگراں کار تھے۔ وہ یہاں ہی تھے جب ۵۱۷ ق۔م میں حضرت کنفیوشس ان سے ملاقات کرنے آئے۔ حضرت لا۔زو کی طبیعت خلوت پسند اور عزلت گزیں تھی۔ وہ دنیوی نگاہوں سے دور رہنا پسند فرماتے تھے۔ آخر لوگوں سے تنگ آ کر اُنہوں نے چو کو چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔ اسی موقعہ پر اُنہوں نے مندرجہ عنوان کتاب لوگوں کو دی جو آج مذہب تاؤ کی بنیاد ہے۔ ان کے انجام کا حال معلوم نہیں ہوا۔

خلاصۂ تعلیم:

تا۔تے۔کنگ ایک چھوٹی سی چیز ہے۔ اس میں چینی رسم الخط کے پانچ ہزار نشانات ہیں۔ کل کتاب بلحاظ مضمون دو حصوں اور ۸۱ فصلوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ چونکہ نفسِ مضمون تخیلاتی اور صوفیانہ قسم کا ہے اور زبان میں استعارہ اور تلخیص بلا کی ہے، اس لیے کتاب نہایت ادق اور عسیر الفہم ہوگئی ہے۔

اس کی رو سے دُنیا میں سب چیزیں خود بخود بغیر خواہش اور مدعا کے پیدا ہوتی ہیں۔ فطرت میں نباتات وحیوانات کی پیدائش اسی اصول کے ماتحت ہے، وہ بغیر خواہش پیدا ہوتی ہیں اور پھر اُن کی پرورش میں بھی کسی بیرونی طاقت کا کوئی ہاتھ نہیں ہوتا۔ ان میں انانیت کا فقدان ہے اور ملکیت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ فطرت میں ہم آہنگی، تنظیم اور سکون ہے۔ یہی بنیادی اصول ہے جو انسان کو بھی اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں برتنا چاہیے۔

حضرت لا۔زو کے خیال میں حکومت تارک الدنیا لوگوں کے ہاتھ میں دے دینی چاہیے جنہیں ذاتی مفاد اور ترقی کی خواہش نہ ہوگی۔ لہٰذا وہ جو کچھ کریں گے اجتماعی ترقی و بہبود کے لیے کریں گے۔ انفرادی حیثیت سے انسان کو ہر کام ضمیر کی اندرونی آواز کے ماتحت بے

نفس اور نتیجہ سے بے پروا ہو کر محض ادائیگی فرض کی خاطر کرنا چاہیے۔ اسے نرم دل اور کفایت شعار ہونا چاہیے اور دوسروں پر سبقت لے جانے کی خواہش تو اس کے قریب تک نہ پھٹکے۔

غرضیکہ تاؤ انسان کو بے نفسی سکھاتا ہے۔ اسے فرض کے سرانجام دینے میں تکلیف محسوس نہ ہو۔ وہ چکھے لیکن ذائقہ سے بے نیاز ہو کر، بڑے کو چھوٹا اور چھوٹے کو بڑا سمجھے اور کسی کے دُکھ دینے پر بھی بدلہ لینا تو درکنار ظالم کو دُعا دے اور اسے آرام پہنچائے۔

لیکن جب تک انسان میں علم ہے، اسے احساس اور ادراک ہونا لازمی ہے۔ اس وجہ سے حضرت لا۔زو کے نزدیک سب سے بہتر یہ بات ہے کہ انسان علم حاصل ہی نہ کرے (چنانچہ اسی وجہ سے اُنہوں نے حضرت کنفیوشس کو جب وہ اُن سے ملے، سخت سست کہا کہ آپ لوگوں میں علم کی اشاعت کر رہے ہیں، حالانکہ علم ہی ساری مصیبتوں کا منبع ہے۔)

مگر اس سے ان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ جہالت کوئی پسندیدہ چیز ہے، بلکہ وہ معصومیت کو ترجیح دیتے ہیں۔

اَوَستا

ملہم: حضرت زردُشت

سوانحِ حیات:

حضرت زردشت کے سوانح حیات پر تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ ابھی تک یہ فیصلہ بھی نہیں ہو سکا کہ اُن کا زمانہ کون سا ہے۔ محققین پانچ سو سال قبل مسیح سے لے کر چودہ سو برس قبل مسیح تک مختلف اوقات بتاتے ہیں۔ مگر درست یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ پانچ چھ سو برس قبل مسیح میں ہوئے اور اُن کا زمانہ وہی ہے جو مہاتما بدھ اور حضرت لا۔زو کا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ ایران میں پیشدادیوں کی حکومت کا چراغ گل ہو چکا تھا اور کیانیوں کی شمع جلوہ افروز انجمن تھی مگر ملک میں ہر طرف ظلم و جور کا دور دورہ تھا اور رعایا پر عرصۂ حیات تنگ ہو رہا تھا۔

حضرت زردشت شاہی خاندان میں ہی جناب پوراسپ کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ زردشت کے معنی ہیں شترِ خشمگیں (زرد: دلاور و خشمگیں؛ اور شُت: شتر) اس زمانہ میں ایسے ناموں کا عام رواج تھا۔

حضرت زردشت شروع ہی سے عبادت گزار اور عزلت گزیں تھے۔ آپ اپنی جائے پیدائش رے (فارس) کے قریب پہاڑ پر جا کر یادِ الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے۔ تیس برس کی عمر میں آپ نے دعویٰ نبوت کیا، اس پر سخت مخالفت شروع ہوئی۔ یہ لہراسپ و گشتاسپ کا زمانہ تھا۔ کئی ایک معجزات دیکھنے کے بعد آخر گشتاسپ [۲] ایمان لایا۔ اس وقت سے اس مذہب کو ترقی ہوئی اور لوگ جوق در جوق اس کے پیروؤں میں شامل ہونے لگے۔ ورنہ پہلے تیرہ برس تک صرف ایک اُن کا چچیرا بھائی اُن پر ایمان لایا تھا۔ کاہنوں اور ساحروں سے مقابلے ہوئے اور حضرت زردشت نے تائیدِ الٰہی اور اپنے معجزات سے اُن کا زور توڑا۔ آپ نے تبلیغ کے لیے باختر اور سیستان کا بھی سفر کیا۔ اگرچہ وہاں کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہوئی۔ آپ کے شاگردوں میں دو خاص طور پر مشہور ہیں۔ فراشوشتر اور جاماسپ۔ رشتہ میں فراشوشتر اور جاماسپ بالترتیب آپ کے سسر اور داماد تھے۔ آپ نے اپنی عمر میں تین شادیاں کی۔ ۷۷ برس کی عمر میں اور جاماسپ کے سپہ سالار نے جو آپ کا سخت مخالف تھا، آپ کو عبادت کی حالت میں قتل کر دیا۔

خلاصۂ تعلیم:

کتاب اوستا پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ اس میں پہلی کتاب یسنا کا وہ حصہ جو گاتھا کے نام سے موسوم ہے اور جس کے ۲۶ ابواب ہیں، دراصل حضرت زردشت کے اقوال وغیرہ کا حامل ہے اور صحیح معنوں میں صرف اسے ہی الہامی سمجھنا چاہیے۔ باقی حصص میں حضرت زردشت کے سوانح حیات اور دیگر امور پر بحث کی گئی ہے۔

حضرت زردشت کے نزدیک خدائے واحد سب سے اوّل موجود تھا۔ وہ اسے اہور مزدا کا نام دیتے ہیں۔ وہی سب اشیا کا خالق ہے اور اسی کی چشمِ دور بیں اس دُنیا کا انتظام کر رہی ہے۔ وہ یہ سب کام اپنے ملایکہ کے ذریعے سرانجام دیتا ہے، جن کی تعداد سات ہے۔ یہ

خیال کہ زردشت کے مذہب میں نیکی اور بدی کے دو خدا ہیں، غلط ہے۔ البتہ نیکی اور بدی پر آمادہ کرنے والی دو طاقتوں کا ضرور بیان ہے۔ اُن کے نام یزداں اور اہرمن ہیں اور دُنیا کی ساری تاریخ ایک طرح سے یزداں و اہرمن کی جنگ کا بیان ہے۔ یہ دونوں طاقتیں انسان کو اپنے قبضۂ اقتدار میں کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ انسان اپنے افعال میں مختار ہے۔ وہ جو چاہے کرے مگر ان اعمال کے لیے وہ خدا کے سامنے ذمہ دار ہے۔ اہرمن اپنی پوری قوت سے انسان کو یزداں پرستی سے منحرف کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس کی طاقت کم کرنے کے ذرائع پر عمل کیا جائے تو اس کی شکست یقینی ہے۔ اعلانِ حق، راست گفتاری و کرداری اور جسم و روح کو پاکیزہ رکھنے سے طاغوتی قوتیں کمزور ہوتی ہیں اور لوائے حق بلند ہوتا ہے۔

انسانی زندگی کے دو حصے ہیں۔ اس دُنیا میں اور عاقبت میں۔ آخرت کی حیات کا فیصلہ اس دنیوی زندگی کے اعمال پر منحصر ہے۔ بدی کو خدا بھی نظر انداز نہیں کر سکتا۔ توبہ سے گناہ معاف نہیں ہو سکتے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اعمالِ حسنہ اور سیئہ کے یکساں ہونے پر ایک معلق حالت میں چھوڑ دیا جائے جہاں وہ یومِ حشر تک رہے گا اور اس دن فیصلہ ہوگا کہ اسے جنت و دوزخ میں سے کہاں بھیجا جائے۔ ورنہ یوں جس طرح کے اعمال زیادہ ہوں گے، اسی کے مطابق موت پر فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اس قانون کو نہ قربانیاں بدل سکتی ہیں اور نہ رحمتِ الٰہی۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ نیک و بد کے متعلق احکام کی پابندی کرے۔ شیطان (اہرمن) کی ترغیبات سے مجتنب رہے، اہورمزد کی عبادت کرے، جسم و روح کو پاک رکھے اور گائے کی حفاظت کرے،[۳] اس کے نتیجہ میں جنت ملنا یقینی ہے۔ جنت میں قربِ خداوندی نور اور مسرت ہے۔

انسانی فطرت فی نفسہٖ بری نہیں اور وہ انسان کو بدی پر آمادہ نہیں کرتی۔ لیکن اگر دُنیا میں کسی وقت بدی نیکی پر غالب آ ہی جائے اور لوگ اصلاح کی طرف متوجہ نہ ہوں تو اہورمزد کی انسانی فطرت سے اپیل کسی نبی کی بعثت سے ہوتی ہے۔ وہ انہیں پھر مقصدِ حیات اور راہِ حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

آخر میں ایک دو امور کے متعلق چند الفاظ کہنے ہیں۔ عام خیال ہے کہ زردشتی آگ کو پوجتے ہیں۔ یہ بعد کی چیز ہے۔ حضرت زردشت نے یہ ضرور فرمایا تھا کہ آگ مظہرِ جلال خداوندی ہے، اس کی حفاظت کرو۔ بعد میں مغوں نے اس میں غلو کر کے آگ کی پرستش ہی شروع کر دی۔ تعلیماتِ زردشت میں اس کا کہیں حکم نہیں۔ یہی حالت مردہ کو دھوپ میں چھوڑ دینے کی ہے۔ یہ دونوں چیزیں قدیم تورانیوں سے لے کر مُغوں نے اس مذہب میں داخل کر دیں۔ ورنہ گاتھا میں ان کا کوئی ذکر نہیں۔

بائبل

(ا) عہد نامۂ عتیق

عہدِ نامۂ عتیق ایک ضخیم کتاب ہے، جس میں موسوی شریعت کے متعدد صحیفوں کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں کل ۳۹ کتابیں ہیں۔

یہ صحائف دراصل ''ایک مجموعہ ہے قدیم عبرانیوں کی رزمیہ نظموں، غزلوں، گیتوں، روایتوں، کہاوتوں، وعظوں، مختصر افسانوں اور ڈراموں کا''۔ اُن کا یہ موجودہ نام پولوس رسول کا دیا ہوا ہے۔ تاکہ اس سے اناجیلِ مسیح یعنی عہد نامۂ جدید کو ممیّز کیا جا سکے۔ یہ کتابیں بہت مدت بعد مختلف حضرات کے ذریعے[۴] ضبطِ تحریر میں آئیں۔ یہاں موقع نہیں کہ ان کی تاریخِ تصنیف و تدوین پر بحث کی جائے۔

خلاصۂ تعلیم:

موسوی شریعت کی بنیاد حضرت موسیٰ کی پانچ کتابوں پر ہے۔ جو عہد نامۂ عتیق کے شروع میں دی گئی ہیں۔ ان میں ''دس احکام'' جو حضرت موسیٰ کو کوہِ طور پر الواح کے ذریعے ملے تھے، گویا اس شریعت کا بنیادی پتھر ہیں۔ یہ احکام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) خدا کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں (۲) بت پرستی خواہ کسی نوع کی ہو، مت کرو (۳) خدا

کی جھوٹی قسم مت کھاؤ (۴) سبت کا احترام کرو (۵) والدین کی عزت کرو (۶) قتل مت کرو (۷) زنا، نہ کرو (۸) چوری نہ کرو (۹) جھوٹی شہادت نہ دو (۱۰) اپنے ہمسایہ کے مال واسباب اور بیوی بچوں کو بری نیت سے مت دیکھو۔

اس سے عیاں ہے کہ یہود کے لیے نہ صرف خداوند تعالیٰ کی ہستی کا اعتراف ضروری تھا، بلکہ اُن کے لیے اس کی وحدانیت پر ایمان اور بت پرستی، عناصر پرستی اور کواکب پرستی سے اجتناب بھی فرض تھا۔ یہ خدا کریم ورحیم خدا ہے جو اپنی مخلوق سے اسی طرح محبت کرتا ہے جیسے والدین اپنے بچوں سے۔ چونکہ باپ یہ کبھی نہیں چاہتا کہ اس کے بچے کو تکلیف ہو اور وہ کوئی برا کام کرے، اس لیے یہود کے نزدیک عاقبت محض خیر ہی خیر ہے جہاں اعمالِ حسنہ کی جزا ملے گی۔ یہود کے خیال میں ان کی قوم خداوند تعالیٰ کی چہیتی قوم ہے۔ اس لیے ان سب کا جنت میں جانا ضروری ہے۔قوم کی بنیاد اشتراک نسل نہیں، بلکہ اشتراکِ عبادت ہے۔

دن میں دو دفعہ اپنے صومعہ میں عبادت کرنا فرض ہے۔قربانی بھی خوشنودی الٰہی کے لیے ضروری ہے۔جس میں جانوروں کی قربانی بھی شامل ہے۔

یہود کے معتقدات میں ایک مسیحا خداوند کریم کی طرف سے قومِ یہود کی اصلاح کے لیے آنے والا ہے۔ ان کا خیال ہے اگر حکومت کی باگ ربیوں اور احبار کے ہاتھ میں ہو تو زمین پر نیکی اور عبادت زیادہ پھلے اور لوگ زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو جائیں جو مذہب کا مقصد ہے۔ کیونکہ شریعتِ موسوی میں اعتقاد سے زیادہ اعمال کی اصلاح پر زور دیا گیا ہے۔

(ب) عہد نامۂ جدید یا انجیل

ملہم: حضرت مسیح علیہ السلام

سوانحِ حیات:

حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کے حالات بہت کم معلوم ہو سکے ہیں۔ پہلے تیس

برس کے حالات پردۂ خفا میں ہیں۔ موجودہ اناجیل سے ان کے آخری تین سال کی زندگی کے حالات وغیرہ پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔

وہ بیت اللحم میں حضرت مریم (جو حضرت یوسف کی زوجہ تھیں) کے بطن سے پیدا ہوئے۔ انجیل کے بعض بیانات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم کو محض قدرتِ خداوندی سے حمل ہوا اور کسی مرد نے انہیں نہیں چھوا۔ وقتِ معینہ پر اُن کے ہاں وہ لڑکا پیدا ہوا جو بعد میں حضرت مسیح عیسیٰ ابنِ مریم کے نام سے مشہور ہوا۔ چونکہ ان دنوں حاکمِ وقت نے بچوں کو قتل کرانا شروع کر دیا، اس لیے جناب یوسف مع بیوی بچہ کے سرزمینِ مصر کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور جب نیا حاکم تخت نشین ہوا تو واپس آ کر جلیل کے علاقہ میں ناصرہ میں مقیم ہو گئے۔

تیس برس کی عمر میں حضرت مسیح نے تبلیغ شروع کی اور اعلان کیا کہ میں ہی وہ مردِ منتظر ہوں، جس کے لیے یہود چشم براہ ہیں۔ اُنہوں نے جگہ بہ جگہ پھر کر لوگوں کو راہِ حق کی طرف دعوت دی۔ تا آنکہ وہ یروشلم پہنچ گئے جو نہ صرف سیاسی مرکز تھا بلکہ یہودیوں کا بھی گڑھ تھا۔ اور وہاں ہی ان کے علمائے کرام حضرت مسیح کے خلاف ریشہ دوانیاں کر رہے تھے۔ آخر امرا ورؤسا اور مذہبی ملاؤں اور فریسیوں نے حضرت مسیح کے خلاف بغاوت کا الزام لگایا اور پیلاطوس کے حکم سے انہیں گرفتار کو لیا گیا۔ عدالت میں ان شقیوں نے ان سے سخت بدسلوکی کی اور استہزا سے اور آوازوں کے ذریعے ان کی ہتک کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ نتیجہ معلوم تھا، سزائے موت کا حکم ہوا اور حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچ دیا گیا۔ اس وقت اُن کی عمر ۳۳ برس کی تھی۔

خلاصۂ تعلیم:

جیسا کہ حضرت مسیح نے خود فرمایا ہے، وہ کسی نئی شریعت کے حامل نہ تھے بلکہ وہ شریعتِ موسوی کے پابند رہے۔ اور یہود میں جو خرابیاں مرورِ زمانہ سے راہ پا گئی تھیں، انہیں کی اصلاح ان کی بعثت کا مقصود تھا۔ بعض جزئی امور میں اُنہوں نے شریعتِ موسوی سے اختلاف کیا اور بعض پر خاص زور دیا۔

جس طرح ''دس احکام'' موسوی شریعت کا سنگِ بنیاد ہیں، اسی طرح عیسویت کی

عمارت حضرت مسیح کے اس ''پہاڑی کے وعظ'' پر کھڑی ہے جو انجیل متی میں درج ہے۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

کسی شخص سے ناراض نہ ہو، اور نہ اس کی طرف سے دل میں بغض و کینہ کو جگہ دو، بلکہ اگر اس نے کوئی قصور کیا ہو تو بھی اسے معاف کر دو۔ تاکہ خداوند تعالیٰ بھی تمہارے گناہوں سے چشم پوشی کرے۔ سب سے بہتر تجرد کی زندگی ہے۔ مگر شادی کر لی جائے تو پھر میاں بیوی تاحیات علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ اور طلاق صرف اس صورت میں جائز ہے جب فریقین میں سے کوئی زنا کا مرتکب ہوا ہو۔ دوسری حالت میں مطلقہ سے نکاح کرنے والا سزائے زنا کا مستوجب ہے۔

قسم کسی چیز کی خواہ وہ فی نفسہ سچی ہی کیوں نہ ہو، ناجائز ہے۔

بدی کا بدلہ بدی نہیں۔ بلکہ اگر کوئی شخص تم سے بدی کا برتاؤ کرے تو اسے ایسا کرنے دو اور اپنے دشمن سے بھی محبت کا برتاؤ کرو۔

خیرات خفیہ دو۔ ایسے کہ دائیں ہاتھ سے دینے پر بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ لگے۔ عبادت بھی علیحدگی میں منظرِ عام سے دور ہی مناسب ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ نمائش پسند نہیں کرتا۔

عیسائیت میں روزوں کا بہت بلند مقام ہے۔ مگر روزہ کی حالت میں کسی پر یہ ظاہر نہ ہونے دیں کہ میں روزہ سے ہوں، بلکہ بشاش اور مسرور رہیں۔

اس دُنیا کا مال و دولت جمع کرنا مستحسن نہیں۔ بلکہ عاقبت کے خزانے حاصل کرنے کی فکر کریں۔ نہ کھانے پینے کا اہتمام کریں، نہ پہننے کا۔ یہ سب دُنیاداروں کے کام ہیں۔ تم آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کی فکر کرو۔ دوسروں کی آنکھ کا تنکا دیکھنے کی بجائے اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھو۔ جیسا تم دوسروں سے سلوک کرتے ہو، خداوند تعالیٰ بھی ویسا ہی تم سے سلوک کرے گا۔

قرآن

ملہم: حضرت محمد ﷺ

سوانحِ حیات:

حضرت محمد ﷺ ۵۷۲ء میں مکہ کے خاندانِ قریش میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان کئی نسلوں سے خانۂ کعبہ کا متولی تھا مگر کعبہ اب ''مقامِ ابراہیم'' کی بجائے دُنیا کا سب سے بڑا بتکدہ بن چکا تھا۔ اور قریش بھی دوسرے اہالیانِ عرب کی مانند شرک اور بت پرستی کے ''ضلالِ مبین'' میں ٹامک ٹوئیے مار رہے تھے۔ آپ کی ولادت سے قبل ہی آپ کے والد جناب عبداللہ وفات پا چکے تھے۔ والدہ کا سایہ بھی صغرسنی میں ہی سر سے اٹھ گیا۔ اوراس طرح آپ کی غور و پرداخت کی ذمہ داری پہلے آپ کے دادا جناب عبدالمطلب اور اُن کے بعد چچا جناب ابوطالب کے کندھوں پر آ پڑی۔ آپ شروع سے ہی سنجیدہ مزاج اور خلوت پسند تھے۔ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے مشرکانہ عقائد اور جاہلانہ رسوم کو دیکھ کر آپ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے تھے۔ آپ کا یہ زمانۂ حیات اس حسن وخوبی سے بسر ہوا کہ لوگوں میں آپ ''امین'' کے لقب سے معروف ہو گئے۔ ان دنوں عربوں کا ذریعۂ معاش تجارت تھی۔ چنانچہ آپ بھی بزرگوں کی سنت پر عمل پیرا ہو کر بہ سلسلۂ تجارت سفر پر تشریف لے گئے۔ مکہ میں ایک متمول خاتون خدیجہ تھیں اُنہوں نے آپ کی امانت اور معاملہ فہمی کا شہرہ سنا تو اپنا مالِ تجارت آپ کی تحویل میں بھیجا۔ اور جب آپ سفر سے واپس آئے تو آپ سے نکاح کر لیا۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس برس اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس برس تھی۔ حضرت فاطمہ بتول حضرت علی جن سے آنحضرت (ﷺ) کا جسمانی سلسلہ چلا، حضرت خدیجہ کے بطن سے ہی تھیں۔

آپ چالیس برس کے تھے جب آپ نے دعوئ نبوت کیا۔ آپ نے بت پرستی کی مذمت کی اور لوگوں کو خدائے واحد کی پرستش کی تلقین کی۔ شروع شروع میں چند قریبی رشتہ

داروں اور دوستوں کے سوائے کسی کو پتہ نہ چلا۔ مگر جونہی خبر عام ہوئی، چاروں طرف آگ سی لگ گئی اور مخالفت کا اِک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ جب مخالفین کی تمام کوشش بیکار گئی اور کوئی بڑی سے بڑی ترغیب آپ کے پائے ثبات کو ڈگمگا نہ سکی تو کفار نے آپ پر اور آپ کے پیروؤں پر سختی شروع کی۔ اس سلسلہ میں وہ ناگفتہ بہ مظالم ڈھائے گئے کہ تاریخِ عالم میں اور کہیں اُن کی نظیر نہیں ملتی۔ مکہ والوں سے نا اُمید ہو کر آپ دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے طائف تشریف لے گئے۔ مگر ان شقیوں نے پہلے سے اپنے آدمی دوڑا دیئے اور وہاں کے لوگوں نے بھی آپ سے سخت وحشیانہ سلوک کیا۔ آپ خداوند تعالیٰ سے اُن لوگوں کو راہِ ہدایت دکھانے کی دُعا مانگتے ہوئے مکہ لوٹے مگر اب یہاں عرصۂ حیات تنگ ہو رہا تھا۔ آخر ۶۲۲ء میں مدینہ والوں کی دعوت پر آپ ہجرت کر کے وہاں تشریف لے گئے۔ مگر کفارِ مکہ نے یہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا اور بار بار حملے کیے۔ لیکن ہر بار منہ کی کھائی اور اسلام دن بدن لوگوں میں پھیلتا گیا۔ آخر وہ وقت بھی آیا کہ آپ نے دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کی۔ کعبہ کو بتوں کے خس و خاشاک سے پاک کر کے وہاں علمِ توحید گاڑ دیا۔ فتح مکہ کے بعد ان تمام لوگوں کو معاف کر دیا جنہوں نے دورانِ قیام مکہ و مدینہ میں آپ سے اور آپ کے متبعین سے بدسلوکی کی تھی۔ ۶۳۲ء میں وصال کے وقت آپ کی عمر ۶۳ برس کی تھی اور اس وقت تک سارا عرب حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکا تھا۔

خلاصۂ تعلیم:

قرآن جو اسلام کی بنیاد ہے، تیس حصوں اور ایک سو چودہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر ایک حصہ پارہ اور ہر ایک باب سورت کہلاتا ہے۔ مگر اس متوسط حجم کی کتاب میں بھی دُنیا جہان کے اتنے مباحث آ گئے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔

نزولِ قرآن کے وقت عرب اور دوسرے ممالک میں جہاں بعض لوگ سرے سے خدا کی ہستی کے ہی منکر تھے، وہاں اسے ماننے والوں میں بھی کسی نہ کسی رنگ میں شرک موجود تھا۔ اس لیے قرآن میں خداوند تعالیٰ کی توحید فی الذات والصفات پر خاص زور دیا گیا ہے۔ خدا

اپنی ہستی میں بلحاظ زمانہ سب سے قدیم ہے اور سب چیزوں کا خالق ہے۔ وہ خود کسی سے پیدا نہیں ہوا اور اس کا کوئی بیٹا اور شریک نہیں۔ وحدانیت اور ہستی باری تعالیٰ پر مختلف پہلوؤں سے متعدد دلائل دی گئی ہیں۔

قرآن کا دعویٰ ہے کہ دُنیا کا کوئی ملک اور قوم ایسی نہیں، جس میں خدا نے انبیا اور مامور مبعوث نہیں کیے تا کہ وہ لوگوں کو ہدایت کریں۔ ان سب مامورین الٰہی نے جو تعلیم دی، اُن کے بنیادی اصول ہر جگہ ایک ہی ہیں۔ البتہ لوگوں نے مرورِ زمانہ سے اس تعلیم میں تحریف کر دی اور ہر بعد میں آنے والے کی تکذیب کی۔ تعلیم قرآن کی رُو سے جہاں ایک مسلمان کے لیے خدا اور اس کے رسول محمد (ﷺ) اور اس کی کتاب قرآن اور ملائکہ وحشر پر ایمان لانا ضروری ہے، وہاں ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وہ پہلے سب انبیا کی صداقت اور ان کی وحی پر ایمان لائے۔

اس اعتقاد کے ساتھ ہی اسلام کے پانچ ظاہری ارکان بھی ہیں۔ کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔ اسلام نے قبلہ بیت المقدس کی جگہ مکہ کو قرار دیا۔ مگر یہ سب ظواہر بے سود ہیں اگر انسان کے اعمال صالحہ نہ ہوں۔ ان کی تفصیل ایک مقام پر حسبِ ذیل دی ہے۔

''اور نیکی یہ نہیں کہ تم نے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لیا۔ نیکی کی راہ تو یہ ہے جو اللہ پر، آخرت پر، ملائکہ پر، کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لاتا ہے۔ اپنا مال دوستوں، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کی راہ میں اور غلاموں کے آزاد کرانے میں خرچ کرتا ہے، نماز قائم کرتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے، قول کا وفادار ہے، مصیبت میں صابر ہے، یہ لوگ ہیں، جو صادق ہیں اور یہی ہیں جو برائیوں سے بچنے والے ہیں۔'' (۲:۱۷۷)

توحید کے بعد اگر قرآن نے کسی امر پر خاص زور دیا ہے تو وہ مساوات ہے۔ انسان، بحیثیت انسان سب ایک سے ہیں۔ فرقِ مراتب کا انحصار پیدائش یا زر و مال یا علم نہیں بلکہ تقویٰ اور دینداری پر ہے۔ نجات اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ وہ چاہے تو ایک گنہ گار کو بخش دے اور چاہے تو بظاہر ایک تقدس مآب کو اس کا مستحق نہ سمجھے۔ اسلام تناسخ کا قائل نہیں۔ یہ روح ایک بار جنم لیتی ہے اور موت کے بعد اپنے اعمال کے مطابق جزا و سزا کی مستحق قرار دے دی

جاتی ہے۔

اسلام رہبانیت کے خلاف ہے۔ اہلی زندگی کو راہبانہ زندگی پر ترجیح دی گئی ہے۔ کیونکہ موخر الذکر میں ممکن ہے انسان حقوق اللہ سے تو عہدہ برآ ہو سکے لیکن حقوق العباد کی ادائیگی ناممکن ہے۔ اور اسلام ایسے انسان کو جو سوسائٹی کا عضوِ مفید نہیں، مقصدِ حیات کو فوت کرنے والا قرار دیتا ہے۔ اسلام کی قومیت جغرافیائی حدود سے وابستہ نہیں۔ بلکہ مسلمان سب ایک قوم ہیں، خواہ وہ کسی خطۂ ارض کے باشندے ہوں اور کسی نسل و رنگ کے ہوں۔

بعض شرائط کے ماتحت اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے۔ مگر پھر بعض حالات میں مرد کو طلاق اور عورت کو خلع کا حق بھی حاصل ہے اور اس طرح وہ ایک دوسرے سے علیحدہ بھی ہو سکتے ہیں۔ نکاحِ بیوگان کی اجازت ہے۔ مرد کی طرح عورت بھی جائداد کی وارث ہے۔

قرآن کی رُو سے اسلام دُنیا کا مکمل ترین مذہب، قرآن خدا کی آخری شریعت اور حضرت محمد (ﷺ) اس کے آخری نبی ہیں۔

حواشی:

[۱] خلاصۂ تعلیم آریہ سماجی نقطۂ نگاہ سے ہے۔

[۲] انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں اس کا نام دشتاسپ لکھا ہے۔

[۳] ''گائے کی حفاظت'' سے تعجب نہ ہونا چاہیے۔ حضرت زردشت سے قبل لوگ عموماً کھیتی باڑی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اُنہوں نے لوگوں پر زراعت کی عظمت بیان کی اور چونکہ زراعت کا انحصار گائے اور اس کے جائے پر ہے۔ اس لیے ''گائے کی حفاظت'' بیجا نہیں۔

[۴] انگریزی میں تو خیر اس کے متعلق بیسیوں کتابیں دستیاب ہو سکتی ہیں مگر اُردو میں اس موضوع پر ایک مفصل مضمون ''نگار'' (لکھنؤ) کی مئی ۱۹۳۲ء کی اشاعت میں چھپا تھا۔

(نیرنگِ خیال، جون-جولائی، ۱۹۳۵ء)